مولانا حذیفہ غلام محمد وستانوی *

سقوط غرناطہ کی کوکھ سے امریکہ کا جنم (ایک دریافت)

(یعنی امریکی مظالم کی تاریخ حقائق کے آئینے میں)

طویل عرصہ سے میں کسی ایسی کتاب کی تلاش میں تھا کہ جس میں عیسائی صیہونی مخلوط سلطنت یعنی امریکہ کی تاریخ مستند حوالوں سے بیان کی گئی ہو۔ اسی دوران ایک ہفتہ واری اردو جریدہ میری نظر سے گذرا، جس میں مراسلات میں ایک مراسلہ نگار نے سوال کیا تھا کہ امریکی مظالم پر کوئی مستند کتاب اگر اردو زبان میں ہو تو مطلع فرمائیں تو جواب میں عرض کیا گیا تھا کہ ڈاکٹر حقی حق صاحب نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے اور سمجھتا ہوں کہ اب اس کے بعد مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں، گویا انہوں نے موضع کا حق ادا کردیا ہے، کتاب کا نام ہے "ہوئے تم دوست جس کے" جب میں نے یہ پڑھا تو شدت سے اس کے مطالعہ کا شوق انگڑائیاں لینے لگا۔ الحمدللہ! مذکورہ کتاب کسی طرح ہمارے کچھ دوستوں کے تعاون سے حاصل ہوگئی، اللہ انہیں جزائے خیر سے نوازے۔

جب کتاب میرے ہاتھ لگی تو میں نے کتاب کو ویسا ہی پایا جیسا کہ اس کا تبصرہ پڑھا تھا، اللہ مبصر کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے کہ کم از کم ان کے تبصرے اور جواب نے دلیلی اور رہنمائی کا کام انجام دیا۔

بہرحال میں نے کتاب کے آتے ہی مطالعہ شروع کردیا، بس کیا بتاؤں وہ کتاب کیا ہے؟ اللہ اکبر! مرج البحرین ہی نہیں بلکہ مرج البحار ہے، سب سے پہلی خصوصیت تو کتاب تحقیق کے انتہائی بلند مقام کی فائز ہے، ہر بات حوالہ سے مزین اور حوالے بھی کیسے، صرف مطبوعہ کتابوں اور دستاویزات پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ نادر مخطوطات اور دستاویزات سے بھرپور مدد لی گئی، اس کے مأخذ ومراجع کی فہرست ہی بڑی سائز کے تقریباً پچیس صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسری خصوصیت ادب کی چاشنی اور وہ بھی کیسی کہ قاری عش عش کرتا چلا جائے یعنی اعلیٰ درجہ کا ادب، اس لیے کہ مصنف کتاب ادیب بھی ہیں۔ تیسری خصوصیت تجزیہ وتحلیل یعنی قدیم واقعات کو جدید صورت حال کیساتھ موازنہ کرکے کڑیاں جوڑی ہیں وہ بھی قابل ستائش ہے۔ چوتھی خصوصیت غیرت ایمانی وحمیت اسلامی ایسی کہ قاری کو جھنجھوڑ کر چھوڑتی ہے۔

غرضیکہ ایک ایسی کتاب جو واقعۃ پڑھنے کے قابل ہے، جس سے بیک وقت بے شمار فوائد حاصل ہوسکتے ہیں، چہ جائیکہ بعض تجزیات میں مصنف کی رائے سے اختلاف کی گنجائش ہوسکتی۔ اور یہ تو ہر انسان کی تصنیف کا حال ہوتا ہے۔

---

* استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، نندوربار

صرف قرآن وحدیث ہی ہر طرح کے نقص سے پاک ہے۔ کتاب پڑھنے کے بعد ارادہ ہوا، چند اقتباسات منتخب کر کے عام کرنا چاہئے، تاکہ دہشت گردی کے نام پر جنگ کرنے والے سفید فاموں کی دہشت گردی بھی منظر عام پر آئے اور لوگوں کی فکر میں تبدیلی واقع ہو، کہ اسلام پر ظلم ڈھانے والے اور اعتراض کرنے والے مہذب (بزعمہا) کی تہذیب اور امن پسندی کا دعوی کہاں تک صحیح ہے؟ مگر کتاب کے شروع میں لکھا ہوا تھا کہ "اس کتاب کے کسی بھی طرح مواد کو شائع کرنے کے لئے اجازت ضروری ہے"۔ لہٰذا بندے نے مصنف سے ان کے ای میل h.haq@att.net پر رابطہ کر کے اجازت طلب کی، تو الحمد للہ! موصوف نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف اجازت ہی نہیں دی بلکہ ہندوستان میں اس کتاب کی اشاعت کی خواہش بھی ظاہر کی، تو آئیے سقوط غرناطہ کے کوکھ سے امریکہ کا جنم (دریافت) کے بارے میں مذکورہ کتاب سے چیدہ چیدہ اقتباسات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

سقوطِ غرناطہ کا دل خراش منظر: امریکہ کی دریافت اور سقوط غرناطہ دونوں واقعات باہم مربوط ہیں، اس لیے کہ جن کے ہاتھوں سقوطِ غرناطہ کا اندوہناک واقعہ پیش آیا، اُنہیں کے ہاتھوں یا ایماء پر امریکہ کی دریافت بھی عمل میں آئی۔ میری مراد اس سے ملکہ ازابیلا اور اس کا شوہر فرڈی ننڈ ہے۔ ۲۵ رنومبر ۱۴۹۱ء کا دن عالم اسلام کے لیے عموماً اور مسلمانانِ غرناطہ کے لیے خصوصاً بڑا ہی المناک ثابت ہوا، اس لیے کہ اس دن کا سورج مسلمانانِ غرناطہ کے لیے تاریکی اور ناکامی کی نوید کے ساتھ طلوع ہوا جا رہا تھا، کیوں کہ امیر ابوعبداللہ باب دل خلافت بنوامیہ اندلس کا آخری خلیفہ ٹھہرا باوجود کہ غرناطہ کے قرب وجوار میں ۳۵ ہزار اسلامی لشکری سپاہ موجود تھے، اپنی کم ہمتی اور غیرت ایمانی کے فقدان کے باعث ظالم عیسائیوں کے ہاتھوں مصالحت کر کے انہیں ۸۰۰ سو سال بعد مسلمانوں پر کھلے عام ظلم کا موقعہ فراہم کر رہا تھا۔ اگرچہ اس نے بڑی کڑی شرائط کے ساتھ مسلمانوں پر ظلم نہ ڈھانے کے وعدے پر سقوطِ غرناطہ پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ مگر کیا خبر کہ یہ تو "لیس علینا فی الامین سبیل" کے دعویدار ہیں اور اوفوا بالعقود کا انہیں کوئی پاس ولحاظ نہیں۔ ابو عبداللہ اور ملکہ ازابیلہ کے درمیان ۲۵ رنومبر ۱۴۹۱ء کو ۶۷ شقوں اور پانچ دفعات پر مشتمل معاہدہ طے پایا تھا، جو فرنانڈوز افرا نے انہیں کے ایماء پر تیار کیا تھا، جس پر دونوں جانب سے دستخط کئے گئے تھے، طوالت کے خوف سے یہاں ذکر کرنے سے قاصر ہوں؛ البتہ خلاصہ کے طور پر اتنا کہا جاسکتا ہے کہ وہ تمام دفعات ایسی تھیں جس سے مسلمانوں کو مکمل تحفظ حاصل ہو جاتا اور انہیں کوئی ضرر نہ پہنچتا، مگر ایسا نہیں ہوا، بلکہ وہ معاہدہ مسلمانوں کے لیے اس قدر ضرر رساں ثابت ہوا کہ بیان سے ماوراء ہے، کیوں کہ ۲ رجنوری ۱۴۹۲ء کی سہ پہر اندلس کے مسلمانوں پر بہت بھاری تھی، کلمہ گوؤں پر ابتلاء کی طویل رات کا آغاز ہو چکا تھا، غرناطہ کی کشادہ مسجدیں ملکہ ازابیلا اور فرڈی ننڈ کے عیسائی لشکریوں اور گھوڑوں کے پیشاب سے متعفن ہو رہی تھیں، مسجدوں کے صحن ان کے فوجی ساز وسامان اور ہتھیاروں سے لدے ہوئے خچروں سے بھرے ہوئے تھے، اس شام غرناطہ میں اذان کے بجائے ہر طرف سے مسلمانوں کی آہ وبکا سنائی دیتی تھی، یا شراب

سے مدہوش جشن مناتے ہوئے لشکریوں کے ہنکارے، غرناطہ میں جگہ بہ جگہ آگ لگی ہوئی تھی، جس میں قرآن، نادر کتابیں اور نایاب قلمی نسخوں کی صورت میں مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ علمی میراث کو نذر آتش کیا جارہا تھا۔ عبدالرحمٰن الداخل کے قائم کردہ مرکزی کتب خانے کی تین لاکھ سے زیادہ جلدوں کے جلنے سے غرناطہ میں ایسا کثیف دھواں چھا گیا کہ جس کی سیاہی مسلمانوں کی سیاہ بختی سے ہرگز کم نہیں تھی'' ۔ (ہوئے تم دوست جس کے: ص ۲۴)

سقوطِ غرناطہ کی تقریب میں شرکت کے لیے خصوصی طور پر اطالوی بحری مہم جو کرسٹوفر کولمبس کو مدعو کیا گیا تھا، کولمبس نے اس رات کے اپنے روزنامچے میں لکھا: ''آج میں نے موجودہ سال (۱۴۹۲ء) کی ۲ جنوری کو دیکھا کہ الحمراء کے منزروں پر ملکہ عالیہ (ازابیلا) کا شاہی نشان بزور قوت لہرادیا گیا، اور پھر مسلمانوں (مور) بادشاہ ابوعبداللہ کو شہری فصیل کے دروازے پر ملکہ ازابیلا اور بادشاہ فرڈی ننینڈ کے ہاتھ چومتے ہوئے دیکھا'' (لاحول و لاقوۃ الا باللہ، انا للہ و انا إلیہ راجعون۔) (کرسٹو کولمبس ۱۴۹۲ء، بحوالہ ''ہوئے تم دوست جس کے: ۲۵'')

ڈاکٹر حقی حق صاحب ایک جگہ سقوط غرناطہ کہو یا سقوطِ اندلس کہو کی منظر کشی ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''سقوط اندلس اسلام پر عیسائیت کی رواداری پر نسلی امتیاز کی فراخدلی پر تنگ نظری کی ایک ہزار سال میں پہلی فتح تھی سو، اپنی خون آشامی میں بدترین اور نتائج میں ہولناک تھی، سقوط اندلس کے نتیجے میں مسلمان جس ابتلاء، آزمائش، المیے اور ہزیمت سے دوچار ہوئے اس کا نوحہ لکھتے ہوئے ابوالبقاء الرندی نے اسے قیامت کی چال بانددھاررندی خوش فکر اور خوش نوا شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ خوش وقت بھی ثابت ہوئے کہ وہ مزید مسلمان ریاستوں، فلسطین، افغانستان اور عراق میں مسلم امہ کا المیہ اور زبوں حالی دیکھنے سے محفوظ رہے، سقوط اندلس شاعر آزردہ اظہار کے نزدیک قیامت کی چال کے مانند تھا تو جانے، چیچنیا، افغانستان، اور عراق میں مسلمانوں کی موجودہ ابتری کو وہ کس آفت سے منسوب کرتے ہیں:

تلک المصیبۃ انست ما تقدمھا   و ما لھا مع طول الدھر نسیان

یہ مصیبت تو قیامت کی چال کے مانند   ایسی شدید اور گہری ہے جس کے سامنے
اور تمام مشکلات ماند پڑ جاتی ہے   زمانے بیت جائیں گے، ....مگر
اندلس کے سقوط کا المیہ   بھلایا نہیں جاسکے گا۔
سلمان اسے کبھی نہیں بھولیں گے۔   (ہوئے تم دوست جس کے: ص ۲۴)

ماضی کو فراموش کرنے کا بدترین انجام: ابوالبقاء الرندی تو سقوطِ اندلس کو نا قابل فراموش واقعہ قرار دیتے ہیں، مگر افسوس امتِ مسلمہ پر کہ اس نے اسے ایسا فراموش کیا کہ عوام تو عوام خواص کی اکثریت بھی اس سے بے خبر ہے جب سقوط اندلس یاد ہی نہ رہا تو عبرت حاصل کرنے کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے! نہ یاد رکھا نہ عبرت حاصل کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت مسلمہ سقوط سے دوچار ہوتی رہی اور اب بھی ہوتی چلی جارہی ہے، مگر اب بھی خواب غفلت سے بیدار

ہونے کے لیے تیار نہیں، اس لیے کہ اعداء اسلام ان ظاہری سقوطوں کے ساتھ ہی باطنی سقوطوں کا سلسلہ بھی مکروفریب کے ساتھ مسلسل جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ایک طرف علم وتحقیق کے نام پر مغربی الحادی فلسفے نصاب تعلیم اور ذرائع ابلاغ کے سہارے امت مسلمہ میں رائج کیے جارہے ہیں، اور دوسری طرف فیشن اور مغربی تہذیب کے نام پر عوام وخواص دونوں طبقوں سے روح ایمانی کو کھینچا جارہا ہے، کیوں کہ دشمن جانتا ہے کہ ہمارا دوام و بقا اسی میں ہے کہ امت مسلمہ کی روحانی قوت ایمانی طاقت اسلامی حمیت و دینی غیرت اور اسلامی تعلیمات سے دور رکھی جائے کیوں کہ قرآن کا اعلان ہے: ''انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ''۔ایمان ہوگا تو تم ہی دنیا میں برتر رہو گے،تو مسلمان کی برتری ایمان کی قوت اور تقاضۂ ایمان پر عمل کرنے میں ہے، نہ کہ ظاہری کثرت اور چمک دمک پر۔

''و یوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم فلم تغنی عنکم فتتکم شیئا'' اور حنین کے دن جب تم کو اپنی کثرت نے خوش فہمی میں مبتلا کررکھا تھا، مگر وہ ذرہ برابر تمہارے کام نہ آسکی اور غزوۂ بدر کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا:''و لقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ''۔ اللہ نے تمہاری مدد کی بدر کے میدان میں جب کہ تم کمزور تھے،ان دو آیتوں سے قرآن نے یہ سبق دیا کہ مسلمان اگر عدد میں کم ہوں اور قوت اور ہتھیار میں بھی کم، مگر ایمان مضبوط یعنی اللہ کی ذات پر کامل اعتماد ہو تو ضرور اللہ کی مدد اور نصرت غیب سے حاصل ہوگی، اور اگر مسلمان حنین کی طرح عدد میں زیادہ ہوں اور وہ اسی کثرت پر بھروسہ کربیٹھیں، اللہ پر کامل اعتماد نہ ہو تو شکست سے دوچار ہونا ممکن ہے۔تو معلوم ہوا کہ ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن پر محنت کرنی چاہئے، اور اگر اس کے ساتھ غزوۂ اُحد کا واقعہ ملادیں تو ایک سبب اور ہاتھ لگ جاتا ہے، جس کو قرآن نے کہا: ''اذ تصعدون و لا تلون علي احد و الرسول یدعوکم فی آخریکم فاثابکم غما بغم ''۔اور وہ وقت قابل ذکر ہے کہ جب تم چڑھے چلے جاتے تھے اور پیچھے پھر کے نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتے تھے تم کو تمہارے پیچھے سے پھر پہنچا تم کو غم،غم کے بدلہ۔

تو معلوم ہوا کہ رسول کی مخالفت، خاص کر مخالفت عملی، امت کے لیے ناکامی کا باعث ہوتی ہے، آج ہم زبان سے بڑے حب رسول وعشقِ مصطفیٰ کے دعویدار ہیں، مگر نہ ہمارا لباس محمدی، نہ ہمارا طور طریق محمدی، نہ ہماری معاشرت محمدی، نہ سونا اوڑھنا محمدی، تو کیسے کامیابی میسر ہوسکتی ہے؟ کیوں کہ نہ ہمارے پاس ایمان اور نہ اس کے تقاضوں پر عمل، اور نہ اتباع سنن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم!

آمدم برسر مطلب: قارئین معاف کیجئے گا کہ سقوط غرناطہ کا ذکر کرتے کرتے میں امت کی موجودہ حالت میں کھو گیا، اور بہت دور نکل گیا، مگر کیا کروں سقوطِ غرناطہ پر قلم اٹھانے کا اصل مقصد ہی امت کو عبرت اور سبق دلانا اور آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کرنا ہے، لہٰذا آپ اسے گوارہ کرنے کی زحمت فرمائیں۔

سقوط غرناطہ کی کوکھ سے امریکہ کیسے پیدا (یا دریافت) ہوا؟ ڈاکٹر حقی حق صاحب اپنی مذکورہ تصنیف کے

پیش گفتار میں بڑے ہی دل سوز انداز میں تحریر کرتے ہیں:

''امریکہ مسلمانوں کے حق میں سورۃ النصر کی نوید نہیں بلکہ سورۃ الرعد کا تسلسل ہے۔

تاریخ سے منہ موڑے رکھنے کے المیوں میں یہ المیہ بھی شامل ہے کہ ہم امریکہ کو فاتحین اندلس کی باقیات کے حوالے سے دیکھنے میں ناکام رہے ہیں۔ ہسپانیہ میں جن ہاتھوں نے تین لاکھ مسلمانوں کو بپتسما عیسائیت کے نام پر قتل کیا تھا، اب وہی ہاتھ بپتسما جمہوریت کے نام پر کئی تین لاکھ مسلمانوں کے خونِ ناحق سے رنگے ہیں۔ بپتسما عیسائیت سے بپتسما جمہوریت تک ہم ایک ہی نظریے ایک ہی عفریت اور ایک ہی ہاتھ سے قتل ہوئے ہیں، بپتسما اول (عیسائیت) سن ۱۵۰۲ء سے بپتسما ثانی (جمہوریت) سن ۲۰۰۶ء تک ہمارا قاتل ایک ہی رہا ہے''۔ (ہوئے تم دوست ...ص ۱۱)

<u>امریکہ کو ایک مسلمان نے دریافت کیا نہ کہ کولمبس نے:</u> عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ امریکہ کو کومبس (جس کا مختصر تعارف ابھی آرہا ہے) نے دریافت کیا، مگر حقیقت یہ ہے کہ امریکہ کو دریافت کرنے کا سہرا ایک مسلمان کے سر جاتا ہے ڈاکٹر حقی حق صاحب رقم طراز ہیں: ''اگر ایک طرف استحصال، زبردستی اور خون ناحق سے (یعنی ریڈ انڈینز کا سفاکانہ قتل عام) سے امریکہ کی تعمیر میں خرابی کی ایک صورت مضمر رہی (اور تعمیر کے بعد جاپانیوں، فلپینیوں کوریئوں، ویٹنامیوں، فلسطینی، افغانی، صومالی، عراقی، انڈونیشائی، سوڈانی مسلمانوں تاجکیوں کے ناحق خون کی صورت میں یہ سلسلہ اب تھمنے نہیں پایا، مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہ نکالا جائے کہ اسے کچھ نہ ہوگا، دیر آید درست آیت۔ **ولن تجد لسنة الله تبديلا،** اور اللہ کا دوٹوک اعلان ہے: (**حتى اذا فرحوا بما اوتو اخذناهم بغتةً فإذا هم مبلسون**: (سورہ انعام: ۴۴)) دوسری طرف امریکہ کی دریافت بھی بددیانتی، بدنیتی، لالچ اور جبر سے غیر آلودہ نہیں تھی، اور اس کا آغاز امریکی ساحل کے نظر آتے ہی ہو چکا تھا۔ اولین امریکی ہیرو کرسٹوفر کولمبس کے کردار کا تشہیری رُخ خواہ جیسا بھی مثبت تاثر مرتب کرتا ہو لیکن تاریخی حقائق اس کے برعکس ہیں جو تاریخ میں محفوظ مگر مائل بہ معدوم ہیں۔ اصل حقائق جو بالآخر تاریخ کے صفحات میں مدھم پڑ جائیں گے کولمبس کو بہ طرز دگر پیش کرتے ہیں۔ کولمبس کے بددیانت کردار اور ساخت کی کجی پر تاریخ کی مہر ثبت اور اس کے خلاف فیصلہ محفوظ ہے۔ حقائق کے مطابق جب کولمبس کا جہاز امریکہ کے ساحل کے قریب پہنچا تو 12 اکتوبر 1492ء کی صبح سینار برونامی ایک مسلمان ملاح نے فجر کے جھٹپٹے میں امریکی زمین کی نشاندہی کی، اور خوشی سے چلایا کہ اس نے ساحل دیکھ لیا ہے چوں کہ سب سے پہلے زمین کی نشان دہی کرنے والے خوش خبر پر ملکہ ازابیلا کی طرف سے خطیر رقم اور عمر بھر کی پنشن کا انعام مقرر تھا۔ کولمبس نے اپنے ماتحت ملاح سینار بریمو کے زمین کی نشان دہی کے دعوی کو یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیا کہ ''وہ خود گزشتہ شام زمین شناخت کر چکا تھا'' یوں کولمبس نے بھاری انعامی رقم اور عمر بھر کی پنشن تو اپنے نام کروالی مگر وہ ہمیشہ کی جگ ہنسائی اور بددیانتی کے بوجھ تلے آگیا۔

بیری لو پیز کی تحقیق اور تحریر کے مطابق: ''یہ ممکن ہی نہیں تھا کولمبس نے سینار بریمو سے پہلے ہی امریکہ کی زمین

شناخت کر لی ہو چوں کہ بارہ اکتوبر کی گزشتہ شام کو کولمبس کا جہاز کسی بھی ساحل سے 25 میل کی دوری سے زیادہ دور تھا اتنی دور کہ جہاں سے انسانی آنکھ کسی آلے کی مدد سے بھی زمین شناخت نہیں کر سکتی تھی جب کہ سینار بریمو کا دعوی تکنیکی اور واقعاتی اعتبار سے حقائق سے قریب تر ہے"۔(بیری لوپیز:1990)

تاریخ سینار بریمو کے بارے میں خاموش ہے۔ بیری لوپیز"شمالی امریکہ کی دریافت نو" میں سینار بریمو کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ تبدیلی مذہب کے ذریعے اسلام میں داخل ہوا جب کہ ایک خیال یہ بھی ہے کہ وہ پیدائشی مسلمان تھا۔ بہر حال یہ طے ہے کہ کولمبس کے جہاز پر وہ پہلا ملاح تھا جس نے امریکی زمین شناخت کرنے کا اعلان کیا تھا۔ سینار بریمو اگلے سال ہسپانیہ واپس چلا گیا اور وہاں مسلمانوں کے شانہ بہ شانہ لڑتے ہوئے مارا گیا"(بیری لوپیز:1990)

اس اگر تاریخی انصاف سے کام لیا جائے تو امریکی سرزمین کی اولین شناخت کا اعزاز سینار بریمو کو حاصل ہے لیکن دھونس، دھاندلی، بددیانتی اور تاریخ کے ہاتھوں مسخ زدہ حقائق کو سچ سمجھنے کے ناطے سے امریکی زمین کی نشان دہی کا سہرا کولمبس کے سر بندھا ہے۔ اب یہ اپنی اپنی ضرورت، مصلحت، تقاضے اور ضمیر پر منحصر ہے کہ فرد تاریخ کے کونسے پہلو پر یقین رکھتا ہے۔

ہیروازم کی امریکی ضروریات سے قطع نظر کولمبس کے بارے میں تاریخ کا عمومی رویہ بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ اس کے اعمال تھے۔ وہ ایک پیشہ ور جہاز ران، چاق و چوبند ملاح، سمندری جغرافیے کا ماہر اور خطرہ مول لینے والا اہم جو تو ضرور تھا مگر نہ تو وہ بے لوث مشنری ثابت ہوا، نہ اچھا مبلغ، نہ اصلاح کار نہ خوش شگون۔ انسانی ہمدردی سے عاری اور آدمیت کے احترام سے مبرا کولمبس رہنمائی، عظمت اور قیادت کے کسی نچلے درجے پر بھی فائز نہیں تھا، طمع، ہوس، نقش میں خون آشامی ہی پیچھے چھوڑ سکتا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کولمبس کا یہ اعزاز بہر حال غیر متنازعہ ہے کہ وہ ہر دور میں سرخ رو ٹھہرا۔ (ہوئے تم دوست جس کے:ص ۲۲۰ تا ۲۲۱)

امریکہ کی بنیاد کس نظریہ پر پڑی؟ یہ طے ہے کہ ریاستیں جس نظریہ اور اصول پر قائم ہوتی ہیں انہیں جھٹلانے اور ان سے جان چھڑانے کی کوشش کے باوجود نظریہ ریاست کی مٹی اور پانی میں زمین، کی شریانوں میں لب ولہجے میں اور ثقافت و سائشگی میں بہر حال موجود رہتا ہے تو امریکہ اس اصول سے کیوں کر مستثنیٰ ہو سکتا ہے؟ امریکہ کی نظریاتی بنیاد ملکہ ازابیلا کی اسلام دشمنی مذہبی دہشت گردی اور عیسائیت کے حق دریافت پر استوار ہوئی تھی سو، اب امریکہ سے دس بیس مسلمان حکمرانوں کو خیر کی توقع ہو، تو ہو لیکن مسلم امہ کے حق میں دعاء خیر کی ہی ضرورت ہے اگر کسی کو افغانستان اور عراق میں نظریہ دریافت کا اطلاق اور اس غیر انسانی نظریے سے وابستہ دہشت گردی نظر نہیں آتی تو اس کو رچشمی کی جو بھی وجوہات ہوں لیکن تین صدیوں کے امریکی تمدن سے صرف اسی قدر تبدیلی آئی ہے کہ نظریہ دریافت میں آزادی اور جمہوریت کے لفظ شامل کر لئے گئے ہیں۔ عالمی برادری کے انسانی حقوق کی رواروی میں اب عیسائیت کی

بجائے آزادی اور جمہوریت کا بپتسمہ دیا جاتا ہے۔ ملکوں ملکوں آزادی اور جمہوریت کا امریکی پلیچ اپنی جگہ لیکن نظریہ دریافت کا جبر اور خون آشامی بہر حال سر چڑھ کے بولتی ہے۔ افغانستان اور عراق میں اس کی تعبیر وتفسیر کے لیے کسی عالمانہ قیاسے کی ضرورت نہیں ہے کولمبس نے جب امریکہ اچھی طرح دریافت کرلیا اور وہ جزائر غرب الہند میں ''اوسطاً بارہ لاکھ ریڈ انڈینیز سالانہ'' تہہ تیغ کرنے لگا تو عیسائیت، چرچ، ملکہ اور کولمبس کا کام چل نکلا، پاؤں امریکہ میں جم گئے اور مال وزر وغلاموں سے لدے پھندے جہاز سپین پہنچنے لگے تو ملکہ ازابیلا نے قتل ہونے والوں کو بھی مراعات دینے کا فیصلہ کیا۔ ان مراعات میں مقتولوں کو وجہ قتل بتانے اور قتل کی پیشگی اطلاع دینے کا مؤثر انتظام کیا گیا۔ ۱۰۔ (لاس کیسس: ۲ص۱۵)

ملکہ ازابیلا اور بادشاہ فرڈی ننینڈ کی طرف سے کولمبس کو یہ حکم موصول ہوا کہ ''دریافت'' کردہ علاقوں میں قتل و غارت شروع کرنے سے پہلے لازم ہے کہ عوام کے مجمع میں یہ شاہی فرمان با آواز بلند ہسپانوی یا لاطینی زبان میں پڑھ کر سنایا جائے۔ امریکہ میں ہسپانوی وائسرائے کرسٹوفر کولمبس ہر نئے حملے اور قتل گری سے پہلے ریڈ انڈینیز کے ہجوم کے سامنے یہ شاہی فرمان پڑھتے جب کہ سننے والے ہزاروں کے مجمع میں ہسپانوی یا لاطینی سمجھنے والا کوئی بھی نہ ہوتا:

''خداوند ہمارے لارڈ نے تمام قوموں کا اختیار ایک آدمی سینٹ پیٹر کو دیا ہے جو دنیا کے تمام انسانوں میں اعلیٰ ہے اور سب کو اس کی اطاعت کرنی چاہیے، اور وہی تمام نوع انسانی کا قائد ہے۔ انسان جہاں بھی رہتے ہوں اور کسی بھی قانون کے تابع ہوں یا کسی بھی عقیدے کے ماننے والے ہوں سب پر اس کی اطاعت لازم ہے، لیکن اگر تم ایسا نہیں کرو گے، اور بدنیتی سے اس کی اطاعت میں تاخیر کرو گے تو میں تصدیق کرتا ہوں کہ خداوند کی مدد سے ہم پوری قوت سے تمہارے خلاف جنگ کریں گے۔ ہم تم پر قابض ہو جائیں گے اور ملکہ عالیہ جو غیر مہذب اقوام کو تباہ کر دینے پر قادر ہیں چرچ کی نافرمانی پر ہر ممکن طریقے سے تمہاری عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیں گے اور انہیں ملکہ کے حکم کے مطابق فروخت کر دیا جائے گا۔ تم سے تمہارا مال اسباب چھین کر تمہیں ملکیت سے محروم کر دیا جائے گا۔ تمہیں سزا دی جائے گی۔ ہمارے ان اقدامات سے جو بھی مالی و جانی نقصان تمہیں پہنچے گا اس کی ذمہ داری تم پر ہی عائد ہوگی نہ کہ ملکہ عالیہ پر، ان افواج پر جو ہمارے ساتھ یہ کارِ خیر انجام دیں گی''۔ (E1-Requerimiento:1513)

(وضاحت. سولھویں صدی کے مشہور قانونی فلسفی دان لوپیز روبیس نے یہ تحریر سپین کے عیسائی حکمرانوں کی مذہبی واخلاقی، حاکمیت کے حق میں لکھی تھی جو رفتہ رفتہ ''دستاویز پیشگی اطلاع برائے قتل عام'' میں بدل گئی۔ مصنف)

یوں تو کرسٹوفر کولمبس کو ملکہ ازابیلا کا یہ شاہی فرمان پڑھے پانچ صدیاں بیت چکی ہیں مگر لگتا ہے کہ فرمان ہنوز پڑھا جا رہا ہے اور اب اس کی تصدیق کرنے والوں میں رمز فیلڈ ڈک چینی، کونڈولیزا رائس پال بریمر، زلمے خلیل زاد، ٹونی بلیئر اور کولن پاؤل شامل ہیں جو غیر مہذب وغیر ترقی یافتہ اقوام کو پتھر کے زمانے میں پہنچا دینے کا عندیہ دیتے

رہتے ہیں۔ یہ نئے خداوند یہ نئے کولمبس جب بھی جمہوریت، آزادی روشن خیالی حملہ برائے حفظ ماتقدم اور نیو ورلڈ، آڈر، کا مژدہ سناتے ہیں تو ہمارا بے قابو دھیان ایک ہی جست میں مجبور ومقہور بات ۔ سمجھے اور قتل ہو جانے والے مجمع، اقوام طاقتور کے نظریہ حق دریافت اور ملکہ عالیہ ازابیلا کی پیشگی اطلاع قتل کی مہر ثبت پر جا ٹھہرتا ہے یوں جیسے کہ ان میں کچھ مماثلت ہو، تسلسل ہو۔ ایک ہی واقعہ دہرایا جا رہا ہو۔ جیسے لفظ بدل بدل کے وہی بات کہی جا رہی ہو، ایک ہی بات کو بہ طرز دیگر کہا جا رہا ہو۔ مکرر ارشاد، ارشاد مکرر ہو رہا ہو۔ مجمع بھی ویسا ہی ہو، نابلد ناتواں بات نہ سمجھنے والا اور قتل ہو جانے والا۔ ہمیں تو یہ مماثلت اسرار بھری لگتی ہے کیا عجب کہ اس میں غور وفکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں بھی ہوں ۔اللہ تعالیٰ نے بہرحال کھلی نشانیاں بھی تو مرحمت فرمائی ہیں، کھول کھول کر بھی تو بیان کیا ہے، گمان کہتا ہے کہ کھلی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ جب یہودی النسل کرسٹوفر کولمبس امریکہ پہنچا تو:

"کولمبس نئی دنیا میں عیسائی دنیا کے لئے ایسا مرکز بنانا چاہتا تھا جہاں سے اسلام کے خلاف صلیبی لشکر بھی روانہ ہوں۔ اس کی ذاتی یادداشتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ یروشلم کی فتح کا آرزومند تھا۔ گوکہ یورپ جدید دور میں داخل ہو چکا تھا تاہم صلیبی جنگی جنون اب بھی اس پر طاری تھا۔ جدید مغرب، صلیبی جنگوں کے خوابوں اور ندشوں میں الجھا ہوا تھا۔ یہ خواب اور اندیشے کولمبس کے ساتھ اوقیانوس پار کر کے امریکہ بھی پہنچ گئے۔" (کیرن آرمسٹرانگ: 2001)

امریکی دریافت میں سرمایہ کاری کرنے والی مسلمانوں کی دشمن اول، اس دریافت اور نسل انسانی کے قتل عام کو حق دریافت کا نظریاتی سائبان مہیا کرنے والے تنگ نظر اور انتہا پسند اسلام دشمن عیسائی اسقف اور اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے والے بدخواہ اور حریص فطرت یہودی کے اشتراک اور ان تمام اسلام دشمن عناصر کی مربوط کوششوں سے جو ریاست اور قوم وجود میں آئی اور جو زمین آباد ہوئی وہاں اسلام دشمنی کے جنون پر نہ تو کسی کو حیرت ہونی چاہئے اور نہ ہی خوش فہمی کہ اسلام دشمنی کی اساس پر وجود میں آنے والی ریاست کو تعاون، خوشامدانہ اطوار اور خود سپردگی کے زور پر اپنے حق میں رام کیا جا سکتا ہے ۔(ہوئے تم دوست جس کے: ص ۳۷ تا ۳۹)

عہد شکنی میں سقوطِ غرناطہ اور امریکی موجودہ عہد میں حیرت انگیز مماثلت!!

قول نبھانے اور معاہدے کے احترام کی یہ طرز خاص ملکہ ازابیلا کی طرف سے امریکہ کے لیے تحفہ خاص میں بدل گئی۔ تاریخ پر نظر رکھنے والے کہتے ہیں کہ امریکی حکومت کے معاہدے اور امریکی صدور کے وعدے وعید اسی قدر حرمت کے حامل ہوتے ہیں جیسے معاہدہ سقوط غرناطہ اور مسلمانوں کے لیے اسی قدر فائدہ بھرے ہوتے ہیں جتنا کہ بحری بیڑے کا چلنا۔ سو یہ دونوں واقعات حافظے میں رہنے ضروری ہیں کہ مسلمانوں کو امریکہ بنانے والوں سے جس قدر تحفظ معاہدہ غرناطہ ۱۴۹۱ سے حاصل ہوا تھا۔ ۱۹۷۱ء میں امریکہ کے بحری بیڑے سے وہ اسی قدر مستفید بھی ہو گئے۔ مسلمانوں کے خلاف تعصب، ناانصافی، مذہبی منافرت، سازش اور وعدہ خلافی کی جو تند لہر دربار مخالف ۱۴۹۲ء

میں سپین سے چل کر امریکہ تک پہنچی تھی، پانچ صدیاں اور طویل فاصلہ اس کی کاٹ کو کم نہیں کر سکا، نہ ماننے کی بات اور ہے مگر یہ تندلہر اور باد مخالف ہمارے لیے موج اجل میں بدل چکی ہے۔اس موج اجل میں ہمارے لیے ایک حیرانی اور ایک المیہ پوشیدہ ہے۔المیہ تو یہ ہے کہ اس بار ہمارے معصوم بچے، پردہ نشین خواتین اور باریش، جوان اس اجل کی امتیازی زد میں ہیں۔۱۵۰۲ء میں جس طرح عبیدہ سلیما نکا، المیرہ، غرناطہ اور قرطبہ میں شرعی ریش، کے حامل مسلمان ترجیحی ہدف تھے بعینہ باریش آج بھی اس طرح قتل کیے جارہے ہیں اور حیرانی یہ ہے کہ بال کٹی، آنکھ لگی، ڈورے پڑی، غازہ ملی، سینہ کھلی، گھر سے اکھڑی، میراتھن میں دوڑنے والی، غیر مردوں سے مصافحہ اور نامحرموں سے ہنس کر ملنے والی، ناچ گانے کی محفلوں میں بے قابو اور محفل موسیقی میں جھومنے والی، مخلوط میل ملاقات میں دوپٹہ اچھالنے اور بانہیں پھیلانے والی، جالی دار کپڑے اور شوخ رنگ زیر جامے پہننے والی روشن خیال، چترزبان اور شعلہ بیان اس اجل سے عموماً محفوظ رہی ہے۔درج ذیل کے دو چار واقعات ہی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس بار کمان داروں کی زد میں کون ہے اور ان کے ہدف کا رخ کس طرف ہے۔

۲۰۰۱ میں قلائی نیازی (افغانستان) میں امریکی بمباری سے شادی میں شریک ۶۲ افراد شہید کردیئے گئے۔شہداء کی اکثریت پردہ دار خواتین اور بچوں پر مشتمل تھی ــــ جولائی ۲۰۰۲ء میں اورزگان (افغانستان) میں امریکی بمباری نے ایک شادی والے گھر کو ماتم کدے میں بدل دیا۔شہید ہوجانے والے ۱۲۰ افراد میں اکثریت پردہ دار خواتین اور نوعمر بچوں کی تھی ــــ ۲۰۰۴ء میں شام اور عراق کی سرحد پر ایک گاؤں میں امریکی بمباری سے ۴۲ر افراد قتل کیے گئے۔مقتولوں میں دس باپردہ خواتین اور پندرہ بچے شامل تھے ــــ فروری ۲۰۰۵ء میں موصل اور تکریت (عراق) میں ایک دن میں ۱۶۳ر افراد قتل کیے گئے، مقتولوں میں ۴۸ر پردہ دار خواتین اور ۶۷ر بچے شامل تھے ــــ ۱۳ر جنوری ۲۰۰۶ء کو ڈمہ ڈولا، باجوڑ (پاکستان) میں امریکی بمباری سے ۱۱۸ افراد قتل کیے گئے۔مرنے والوں کی اکثریت عورتوں اور بچوں پر مشتمل تھی ــــ ۳۰ر جولائی ۲۰۰۶ء کو قانا (لبنان) میں امریکی ساختہ لیزر گائیڈڈ اور کروز میزائلوں سے بمباری کرتے ہوئے، اسرائیلی فضائیہ نے ۴۰ پناہ گزین بچوں سمیت ۶۵ر افراد شہید کردیئے۔

عراق پر حالیہ امریکی قبضے کے دوران عراقی اموات کے بارے میں جان ہاپکنز یونیورسٹی کی تحقیقی ٹیم کے سربراہ لیس رابرٹس اپنی تحقیقی رپورٹ میں لکھتے ہیں:

''عراق میں وحشیانہ قتل وغارت کا نشانہ بننے والوں کی اصل تعداد صرف ۱۷ ماہ آج ۲۸ر اکتوبر ۲۰۰۴ء تک ایک لاکھ عراقی مقتولوں سے متجاوز ہو چکی ہے۔یہ تعداد امریکی میڈیا اور تھنک ٹینکس کے مہیا کردہ اعداد وشمار سے ۵۸ گنا زیادہ ہے۔اتحادی افواج کے ہاتھوں مارے جانے والے ان ایک لاکھ افراد کی اکثریت عورتوں اور بچوں پر مشتمل ہے''۔۳۔

(لیس رابرٹس: ۲۰۰۴).........(ہوئے تم دوست جس کے: ص ۴۵ تا ۴۶) (جاری ہے)